© rasailojaraid.com

ذکرِ مصحفی

(۴)

(جناب نثار احمد صاحب فاروقی۔ دہلی یونیورسٹی لائبریری۔ دہلی)

"اکبرپور نام کے تین گاؤں پرگنہ امروہہ میں موجود ہیں۔ ان تینوں میں اکبرپور پٹّی کی جائے وقوع بعینہٖ وہ ہے جو مصحفی نے بتائی ہے اس میں آجکل چوہانوں کی آبادی ہے۔ "منجھاولی" کے ہم مخرج دو گاؤں ہیں ایک "منجھولی" دوسرے "منجھولا"۔ ممکن ہے خود مصحفی نے منجھولی کا منجھاولی لکھ دیا ہو یا ہو سکتا ہے پہلے اس کا نام منجھاولی تھا اب بگڑ کر منجھولی رہ گیا ہو۔ دونوں باتیں قرینِ قیاس ہیں بہرحال "منجھولی" کی جائے وقوع مصحفی کے بیان سے مطابقت کرتی ہے جس کو مصحفی نے "شیخ پور" کہا ہے وہ آج کل شیخوپورہ ہے اور اس کی جائے وقوع بھی مصحفی کے بیان کے مطابق ہے گھوڑ نام کا کوئی گاؤں پرگنہ امروہہ میں نہیں البتہ پرگنہ سنبھل میں خاص امروہے کی سرحد پر گھرداره نام کا ایک گاؤں ہے جو اکبرپور سے ۰ . ۱ میل کے فاصلے پر واقع ہے یہی گھرداره ملکانوں کا ہے معلوم ہوتا ہے شیخ نظام کے زمانے میں اس میں ملکانوں کی آبادی تھی۔"[1]

یہی اکبرپور اب "اکبرپور پٹّی" کے نام سے متعارف ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ دو ڈھائی ہزار کی آبادی کا چھوٹا سا گاؤں ہے "قصبہ" نہ کسی زمانے کا تھا نہ اب ہے۔ ممکن ہے کہ پہلے مصحفی کے اجداد یہیں رہتے ہوں۔ مصحفی نے شیخ نظام کا سنگین مقبرہ بھی اکبرپور میں ہونا بیان کیا ہے جہاں تک تحقیق کیا گیا اکبرپور یا اس کے نواح میں کوئی قدیم پختہ عمارت یا مقبرہ واقع نہیں ہے۔ ممکن ہو کہ [illegible] کا سیلاب اپنے ساتھ بہا لے گیا ہو۔

---

[1] سہ ماہی [illegible] جلد ۳ شمارہ ۱، مارچ [illegible] مقالہ "مولد مصحفی" سید نجم حسن نقوی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ب) بلم گڑھ: اب یہاں ایک دوسری روایت ہمارے سامنے آتی ہے یہ ایک شاہد عینی کا بیان ہے جس نے لکھنؤ جا کر مصحفی سے ملاقات کی اور ان سے سوال کیا کہ آپ کا مولد کون سا ہے۔ یہ مولوی عبدالقادر عگین رامپوری (۱۲۴۹ء-۱۷۸۱ء) تھے جو عام طور سے "مولوی عبدالقادر چیف رامپوری" کہے جاتے ہیں[1]۔ اپنی زندگی میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ سرکار انگریزی کی طرف سے بھی اور ریاست رامپور کے ملازم کی حیثیت میں بھی۔ انھیں سیر و سیاحت کا شوق بھی تھا چنانچہ آصف الدولہ کے زمانے میں لکھنؤ پہنچے۔ وہاں انھوں نے قلندر بخش جرأت، میر انشاء اللہ خاں انشاء، محمد حسن قتیل، غلام ہمدانی مصحفی اور شاہ نصیر دہلوی وغیرہ سے ملاقاتیں کیں جلسوں اور مشاعروں میں شریک ہوئے اور ان سب کی کیفیت اپنے روزنامچے میں قلم بند کی ہے۔ یہ روزنامچہ فارسی زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس کا اصل قلمی نسخہ نواب صدر یار جنگ مرحوم کے کتب خانہ حبیب گنج میں محفوظ ہے اور اسی کی ایک نقل رضا لائبریری رامپور میں بھی موجود ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:

"یک روز ملاقاتِ تفصیلی بہ میاں مصحفی شد۔ کہ بخانۂ آں بزرگوار رفتم، بیشتر مردم ورس "گل کشتی" میر نجات دادے و اصلاح اشعار اکثرے ہم می کرد۔ با ایں ہمہ نیاز مند بہ نانِ شبینہ بود۔ می گفت کہ مولدش بلم گڑھ است کہ متصل شاہ جہاں آباد است"[2]

اس بیان سے مشہور عالم اور محقق جناب قاضی عبدالودود نے بھی یہی نتیجہ نکالا ہے کہ مصحفی، بلم گڑھ میں پیدا ہوئے اور متعدد جگہ اس عبارت سے استدلال بھی کیا ہے[3] لیکن ہمیں اس کے قبول کرنے میں تامل ہے کیونکہ چند بہت قوی شبہات اس پر وارد ہوتے ہیں۔

(الف) مجمع الفوائد کی عبارت کے بعد اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں کہ مصحفی کا اکبر پور سے تعلق تھا۔ وہی اُن کے آباء و اجداد کا مسکن تھا۔ اور ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اکبر پور سے

---

[1] اِن کے حالات کے لئے ملاحظہ ہوں: انتخاب یادگار امیر مینائی تذکرۂ کاملانِ رامپور، احمد علی شوق قدوائی۔ اور سہ ماہی اردو ادب جلد ۴ شمارہ ۲ مضمون محمد علی خاں اثر رامپوری۔ [2] عبدالقادر رامپوری: روزنامچہ قلمی، ورق ۴۰۔ الف بحوالہ دستور الفصاحت / ۴۳ (حاشیہ) [3] مثلاً معاصر حصہ ۱/ ۸۲ وغیرہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مراد وہی مختصر سا گاؤں ہے جو امروہہ کے پاس واقع ہے۔

(ب) خود مصحفی نے مجمع الفوائد میں بیان کیا ہے کہ ان کے دادا (درویش محمد) اور ایک بڑے بھائی (غلام جیلانی) امروہہ میں مدفون ہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ مصحفی کے دادا بھی امروہہ میں رہتے تھے اور ان کے والد بھی۔

(ج) سید اصغر حسین مؤلف تاریخ اصغری کا قول بھی ہم نے پہلے نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مصحفی کے والد ولی محمد، امروہہ کے محلہ کالی پگڑی میں سکونت رکھتے تھے۔ لیکن انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مصحفی کے اعقاب میں اب کوئی یہاں باقی نہیں جس سے حسب نسب کا حال معلوم ہو۔[1] مصحفی نے آصف الدولہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے جو مخمس "معرکۂ انشا" کے زمانے میں (۱۲۰۱ھ کے لگ بھگ) لکھا تھا اور ان کے دیوان چہارم[2] میں شامل ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ لکھنؤ میں کوئی عزیز یا رشتہ دار نہیں تھا۔

لیکن مجمع الفوائد جو تقریباً ۱۲۸۰ھ میں تصنیف ہوئی اس پر شہادت دے رہی ہے کہ مصحفی کے ایک بھائی غلام صمدانی نے دو لڑکے چھوڑے تھے ایک تو تیس سال کی عمر میں ناکتخدا ہی فوت ہوا، دوسرے کی شادی ہو گئی تھی لیکن مجمع الفوائد کی تصنیف کے وقت تک اس سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ غالب قیاس یہی ہے کہ مصحفی کا یہ بھتیجہ امروہہ میں رہتا ہوگا اور دوسرے بھائی جنھوں نے لباسِ فقیری پہن لیا تھا وہ بھی ممکن ہے کہ امروہہ میں سکونت رکھتے ہوں۔ مگر اکبر گڈھ سے بہرحال کسی کا کوئی تعلق ثابت نہیں۔

(د) مصحفی کے اجداد نوکری خانۂ بادشاہ کرتے تھے۔ اور "خانۂ بادشاہ" کا اکبر گڈھ سے کچھ علاقہ نہیں۔ نہ وہاں اُن کے کسی تقریب سے جانے کی تاویل کی جا سکتی ہے۔ خود مصحفی نے کہیں اکبر گڈھ کا نام تک نہیں لیا۔ اکبرپور اور امروہہ میں تو قرائن کی ایک مناسبت بھی ہے لیکن اکبر گڈھ سے

---

[1] اصغر حسین: تاریخ اصغری (۱۸۰۲ء) / ۱۳۹۔ [2] مصحفی: دیوان چہارم قلمی مخزونہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن۔ یہ مخمس "معرکۂ مصحفی و انشا" کے باب میں اپنے محل پر درج کیا جائے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی رشتہ محض عبداللہ در رامپوری کے بیان کو بنیاد بنا کر قائم نہیں کیا جا سکتا۔

(ج) امیر احمد علوی مرحوم نے اپنے قیاس کے طوطے مینا یوں اُڑائے ہیں کہ

"قیام بیشتر دہلی میں رہتا تھا لیکن تعصبات کو شرافت کا ملجا سمجھ کر اکبر پور کے توطن کو دہلی کی بود و باش پر ترجیح دیتے تھے مستورات کا مسکن وہیں تھا۔ اور اسی مبارک زمین پر اس بلند اقبال صاحبزادے کی ولادت ہوئی جو مصحفی کے تخلص سے دنیائے ادب میں مشہور و معروف ہے۔"[1]

یہ بالکل بے بنیاد باتیں ہیں جنھیں محمد حسین آزاد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے لکھ دیا گیا ہے۔ ایسی خیال آرائیوں کو اسناد کی کسوٹی پر جب بھی پرکھا جائے گا "بیتِ عنکبوت" سے بھی زیادہ کمزور ثابت ہوں گی۔ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ۔

---

[1] نگار لکھنؤ (مصحفی نمبر) جلد ۳۵ شمارہ ۱ (جنوری ۱۹۲۹ء)

(باقی)

۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ

۱۸۵۷ء کے واقعات پر ہندوستان و پاکستان میں متعدد کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں۔ لیکن یہ روزنامچہ اپنی مختلف خصوصیات کے لحاظ سے ایک عجیب تاریخی دستاویز ہے۔ روزنامچہ لکھنے والے عبداللطیف ہیں جنھوں نے قلعہ دہلی کا آنکھوں دیکھا حال صاف شستہ اور موثر انداز میں سپردِ قلم کیا ہے، اس روزنامچے میں بعض ایسی معلومات بھی ملتی ہیں جو پہلی بار اسی روزنامچہ کے ذریعہ سامنے آئی ہیں۔ اس کو پڑھ کر ۱۸۵۷ء کے سبق آموز اور عبرتناک تاریخی ہنگامہ کے چشم دید حالات و واقعات کا نقشہ ایک خاص ترتیب کے ساتھ سامنے آجاتا ہے۔

کتاب کے مرتب مشہور فاضل اور مورخ خلیق احمد صاحب نظامی ہیں جن کی تاریخی بصیرت مسلمات کا درجہ رکھتی ہے۔ شروع میں ڈاکٹر یوسف حسین صاحب پرو وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے "پیش لفظ" کے علاوہ خلیق احمد صاحب کا نہایت جامع اور بصیرت افروز مقدمہ بھی ہے اس کے بعد اصل روزنامچہ کا فارسی متن اور پھر اس کا سلیس و شگفتہ ترجمہ صفحات ۱۱۱ تقطیع ۲۶×۲۰ قیمت غیر مجلد تین روپے پچاس نئے پیسے۔ مجلد چار روپے پچاس نئے پیسے

مکتبہ برہان، اردو بازار جامع مسجد، دہلی

© rasailojaraid.com